مصحفی کے دیوانِ ششم کا نادر قلمی نسخہ

RARE MANUSCRIPT OF MUS'HAFI'S 6^{TH} DIWAN

ڈاکٹر رفاقت علی شاہد
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور
غلام محی الدّین
لیکچرار شعبۂ اُردو، یونیورسٹی آف چکوال، چکوال
ڈاکٹر تنویر حسین
اسسٹنٹ پروفیسر شعبۂ اُردو، لاہور گیریژن یونیورسٹی، لاہور

ABSRTACT;

Sheikh Ghulam Hamadani Mus'hafi (1160/1747 to 1240/1824) is famous Urdu Poet and *Tazkira* writer. He wrote nine collections of his poetry (*Diwan*) along with four *Tazkiras*. The collected workof his poetry has been edited and published four times during the period since 1967 to 2013.Editors of the these collected work of his poetry used several manuscripts in their editing, which belongs to Khuda Bakhsh Oriental Public Library Patna (Bihar, India), Banaras Hindu University Library Varanasi (UP, India), Tagore Library Lucknow University (UP, India) and Punjab University Library Lahore (Pakistan).Despite of this, a rare manuscripts of 6^{th}*Diwan* of Mus'hafi is lying notice less in possession of Punjab University Library Lahore (Pakistan). No one yet wrote about this rare manuscript and even used it in the editing of the poetic works of Mus'hafi. This manuscript belongs to Shirani Collection of Punjab University Library, Lahore. It is incomplete but has an important position among the manuscripts of Mus'hafi's poetical works, because it belongs to the nearest era of the reign of Mus'hafi. The particulars of said manuscript is described in this article. The writer

of this article clarified the merits of this manuscript in his detailed study. This research article which is written in the language and subject of manuscriptology. Typical Urdu terminology of manuscript studies is used in this article which is rare to read now a days.

KEY WORDS:

Sheikh Ghulam HamadaniMus'hafi-poetical works of Mus'hafi – 6th Diwan of Mus'hafi – Punjab University Library Lahore – Abid Raza Bedar.

(۱)

شیخ غلام ہمدانی مصحفؔی کی ولادت اندازاً ۱۱۶۰ھ مطابق ۱۷۴۷ء کی اور وفات ۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء کی ہے۔ وہ اُردو کے خوش فکر اور معروف کلاسیکی شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ قدیم شعرا میں اُن سے زیادہ کسی شاعر کا کلام ابھی تک سامنے نہیں آیا۔ غزلوں اور دیگر منظومات کے آٹھ دیوان اور قصائد کا نواں دیوان اُن کی یادگار کے طور پر شائع ہو چکے ہیں۔ کثرتِ کلام میں اُن کو میرؔ کے ہم پلّہ کہا جاسکتا ہے جن سے اُردو کے چھے دیوان یادگار ہیں۔ اس حساب سے مصحفؔی کا مرتبہ میرؔ سے کسی قدر سِوا ہو جاتا ہے۔ قصائد کے حوالے سے اُن کا موازنہ سوداؔ کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

شاعری میں زبان کی مٹھاس بھی مصحفؔی کے ہاں زیادہ نظر آتی ہے۔ اُن کی شاعری میں اُردو زبان کا سُتھرا اور نکھرا ہوا رُوپ بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ زبان کے اس رکھ رکھاؤ نے لغت نویسوں کو اُن کے کلام سے اسناد لینے پر مجبور کیا۔ عابد رضا بیدؔار نے مصحفؔی پر اپنے تجزیاتی اور تنقیدی مطالعے میں خاص طور پر اس جانب اشارے کیے ہیں اور کچھ الفاظ و محاورات درج کر کے مصحفؔی کے ہاں ان کے استعمال کی نشان دہی کی ہے۔(۱)

شاگردانِ سخن یا تلامذہ کے اعتبار سے بھی مصحفؔی کا کوئی ثانی نہیں۔ مصحفؔی کے تلامذہ پر دو کتابیں منظرِ عام پر آ چکی ہیں۔ پہلی مختصر کتاب تبسّم کاشمیری کی ہے جو ایک مقالے کا کتابی رُوپ ہے۔ اس موضوع پر اہم ترین کتاب افسر امروہوی صدیقی کی تلامذۂ مصحّفی ہے جو کراچی سے ۱۹۷۹ء میں شائع ہوئی۔ اس مفصّل کتاب کی ضخامت ۶۱۴ صفحات ہے، حالاں کہ مصحفؔی کی حیات و شخصیت پر افسر امروہوی کی ایک اَور کتاب مصحفی-حیات وکلام (مطبوعہ و مشموعہ: کراچی، ۱۹۷۹ء) اس سے تقریباً سو صفحات کم ضخامت کی ہے۔ گویا تلامذۂ مصحّفی پر کتاب کی ضخامت حیاتِ مصحفؔی پر کتاب سے زیادہ ہے ۔تلامذۂ

مصحفی میں مصحفی کے ۱۴۱ شاگردانِ سخن کا تذکرہ ہے۔ اس سے مصحفی کی مقبولیت اور اُستاد کی حیثیت سے ہر دل عزیزی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

ان سب خصوصیات کے باوصف مصحفی بخت رمیدہ بھی رہے کہ اُن کا کلام اُن کی زندگی میں شائع نہ ہو سکا، حالاں کہ اُن کی وفات (۱۲۴۰ھ مطابق ۱۸۲۴ء) تک ہندوستان میں اُردو اور فارسی و عربی کی خاصی کتابیں شائع ہو چکی تھیں۔ دور نہ جایئے، ۱۸۱۰ء میں فورٹ ولیم کالج، کلکتہ کے ہندوستانی پریس سے سوؔدا کے کلام کا انتخاب اور ۱۸۱۱ء میں یہیں سے میرؔ کی ضخیم کُلّیات شائع ہو چکی تھی۔ حیدرآباد دکن میں شمس الامرا کا مطبع اور لکھنؤ میں دربارِ اَوَدھ کا سلطانی مطبع قائم ہو چکا تھا، کلکتہ میں ہندوستانی پریس کے علاوہ مزید مطابع کتابیں چھاپ رہے تھے۔ ۱۸۵۷ء کے بعد لکھنؤ اور کان پور کے معروف مطبع منشی نول کشور اور ہندوستان بھر کے دیگر بیسیوں مطبعے ہر سال سیکڑوں کتابیں چھاپ رہے تھے۔ ان سب کی موجودگی اور مصحفی کی مقبولیت کے باوجود مصحفی کا کلام اُن کی زندگی میں اور وفات کے بعد بھی نصف صدی تک شائع نہ ہو سکا۔ کُل کلام تو دُور کی بات، اُن کے کلام کا انتخاب بھی منظرِ عام پر نہ آ سکا۔

آخر کار مصحفی کے لائق شاگرد میر مظفر علی اسیؔر لکھنوی اور اُن کے مایۂ ناز شاگرد منشی امیر احمد امیرؔ مینائی لکھنوی کی کاوش و محنت سے ترتیب دیا ہوا مصحفی کا پہلا انتخابِ کلام رام پور سے ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں شائع ہو کر سامنے آیا، گویا مصحفی کی وفات کے کم و بیش ۵۵ سال بعد۔ مصحفی کے کلام کا دوسرا انتخاب مولانا حسرؔت موہانی نے کیا جو اُن کے سلسلۂ انتخابات انتخابِ سخن میں شامل ہوا۔ یہ انتخاب علاحدہ سے بھی کم سے کم دو بار شائع ہوا۔ پہلی بار علی گڑھ سے ۱۹۰۵ء میں اور دوسری بار انتظامی پریس، کان پور سے شائع ہوا۔ دونوں بار دفتر رسالہ اُردوے معلّیٰ سے ہی چھپا۔ اس کے بعد طویل عرصے تک کسی نے مصحفی کے کلام کی اشاعت پر توجہ نہیں دی۔ اس دوران البتہ مصحفی پر ابواللیث صدیقی کی مختصر کتاب اور نگار، لکھنؤ کا خاص شمارہ ضرور منظرِ عام پر آئے جن میں مصحفی کے کلام کے مختصر انتخابات بھی شامل تھے۔

مصحفی کے کُل کلام کو اشاعت کا مُنہ دیکھنے کے لیے ابھی بھی ایک طویل عرصے کے انتظار کی زحمت اُٹھانی تھی۔ بالآخر بیسویں صدی کی ساتویں دہائی میں دہلی سے بہ یک وقت دو اشاعتی اداروں نے کُلّیات مصحفی کی اشاعت کا آغاز کیا۔ ان میں سب سے پہلے جس ادارے کی کتاب شائع ہو کر سامنے آئی، وہ مجلسِ اشاعتِ اَدب (رجسٹرڈ) دہلی تھا جس نے پہلے پہل جنوری ۱۸۶۷ء میں نور الحسن نقوی کا ترتیب دیا ہوا دیوانِ مصحفی، حصّۂ اول شائع کیا جو مصحفی کے دیوانِ اوّل پر مشتمل تھا۔ اس کتاب میں متن کے علاوہ مرتّب کا مختصر مقدّمہ، اختلافاتِ نسخ اور فرہنگ بھی شامل ہے۔ اسی ادارے نے بعد ازاں کُلّیات مصحفی تین جلدوں میں شائع کیا۔ نورالحسن نقوی کے ترتیب شدہ اس کُلّیات کی جِلد اوّل اپریل ۱۹۶۷ء کی تاریخ کے ساتھ

شائع ہوئی۔ اس میں مصحفی کا پہلا اور دوسرا دیوان شامل ہے۔ اس کُلیات کی بقیہ دو جلدیں حفیظ عبّاسی کی ترتیب دی ہوئی ہیں۔ جلد دوم میں مصحفی کا تیسرا چوتھا اور پانچواں دیوان شامل ہے اور اس پر ۱۹۶۹ء کا سالِ اشاعت درج ہے، جب کہ جلد سوم میں مصحفی کے دیوانِ ششم و ہفتم شامل ہیں اور اس پر سالِ اشاعت ۱۹۷۵ء درج ہے۔

اسی کے آس پاس ظلِّ عبّاس عبّاسی کے اشاعتی ادارے علمی مجلس، دلّی نے بھی نثار احمد فاروقی کی ترتیب سے کُلّیات مصحفی شائع کرنا شروع کیا۔ اس کی صرف دو جلدیں منظرِ عام پر آسکیں جن میں بالترتیب مصحفی کا پہلا اور دوسرا دیوان شامل ہے۔ یہ دونوں جلدیں ۱۹۶۸ء میں طبع ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔ دل چسپ بات یہ ہے کہ اس کُلّیات کی جلد دوم کے اُردو سر ورق پر تو سالِ اشاعت ۱۹۶۷ء لکھا ہے لیکن انگریزی میں عقبی سرورق پر ۱۹۶۸ء درج ہے۔ گویا دونوں جلدیں ۱۹۶۸ء میں سامنے آئیں۔

بعد ازاں نورالحسن نقوی کی ترتیب سے کُلّیات مصحفی پہلی بار مکمل صورت میں مجلسِ ترقّیِ اَدب، لاہور سے ۹ جلدوں میں شائع ہوا۔ ہر جلد میں ایک ایک دیوان شامل ہے۔ گویا آٹھ دیوان آٹھ جلدوں میں اور دیوانِ قصائد نویں جلد میں ہے۔ اس کُلّیات کی اشاعت ۱۹۶۸ء میں شروع ہوئی اور اختتام ۱۹۹۹ء میں ہوا۔ (۲) یوں کم و بیش اکتّیس سال کے عرصے میں اس کُلّیات کی اشاعت مکمل ہوئی اور مصحفی کی وفات کے تقریباً پونے دو سو سال بعد اُن کا کافی حد تک کُل کلام شائع ہو کر منظرِ عام پر آسکا۔

ہندوستان میں اُردو کے سب سے بڑے سرکاری اشاعتی ادارے قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، نئی دہلی نے بھی اکیسویں صدی کے شروع میں کُلّیات مصحفی کی اشاعت کا آغاز کیا۔ اس کُلّیات کی پہلی چار جلدیں نثار احمد فاروقی کی ترتیب دی ہوئی ہیں، جب کہ بقیہ نورالحسن نقوی کی مرتب کردہ ہیں جو لاہور سے شائع ہو چکی تھیں۔ اس کُلّیات کی اشاعت کا آغاز اپریل-جون ۲۰۰۳ء میں ہوا اور تکمیل دس سال بعد ۲۰۱۳ء میں ہوئی۔ (۳)

مندرجۂ بالا تفصیلات کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ تقریباً ڈیڑھ صدی تک کسی کو مصحفی کے جملہ کلام کی ترتیب و اشاعت کا خیال نہیں آیا، اور جب خیال آیا تو پھر بیسویں صدی کی آخری دہائیوں میں ایک ساتھ تین محققین نے کلامِ مصحفی کی ترتیب کا کام شروع کر دیا۔ نگار، لکھنؤ کے "مصحفی نمبر" نے بھی خاصی مقبولیت پائی۔ یہ ماننا پڑے گا کہ اس خاص شمارے کی اشاعت نے کلامِ مصحفی مرتّب کرنے کی ضرورت کا احساس تو دلایا لیکن عرصۂ دراز تک یہ احساس عملی شکل اختیار نہ کر سکا۔

(۲)

اس تعارف اور پس منظر کے بعد اصل موضوع کی جانب رجوع کرتے ہیں۔ جیسا کہ اس سے قبل ذکر ہو چکا ہے کہ کلامِ مصحفی سے کُل ۹ دیوان یادگار ہیں۔ ان میں سے چھٹا دیوان خاص اہمیت کا حامل ہے۔ وہ اس طرح کہ اس دیوان کے شروع میں مصنّف کا مختصر فارسی مقدّمہ بھی شامل ہے جس سے مصحفی کی حیات اور اُن کے نظریۂ فن پر روشنی پڑتی ہے۔(۴) مصحفی کا یہ دیوانِ ششم پہلی بار حفیظ عباسی کی ترتیب سے شائع ہوا۔ اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ مجلسِ اشاعتِ اَدب (رجسٹرڈ) دہلی نے کُلّیات مصحفی تین جلدوں میں شائع کیا تھا۔ اس کی پہلی جلد ڈاکٹر نورالحسن نقوی کی مرتبہ ہے اور اس میں مصحفی کے پہلے دو دیوان شامل ہیں، جب کہ بقیہ دو جلدیں حفیظ عباسی کی ترتیب شدہ ہیں۔ ان میں سے آخری جلد میں دیوانِ ششم شامل ہے۔ دوسری بار زیادہ صحت اور قرینے کے ساتھ مصحفی کے دیوانِ ششم کی اشاعت مجلسِ ترقّیِ اَدب، لاہور سے مئی ۱۹۹۴ء میں ہوئی۔ یہ اشاعت نورالحسن نقوی کی ترتیب سے شا7ئع ہوئی۔ بعد ازاں یہی ترتیب کردہ نسخہ قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان، نئی دہلی سے کُلّیات مصحفی کی جلد ششم کے طور پر بھی ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔ گویا مصحفی کا یہ دیوانِ ششم اب تک کم سے کم تین بار شائع ہو چکا ہے۔

دیوانِ ششم مصحفی کی حفیظ عباسی کی ترتیب پر کوئی مقدّمہ یا پیش لفظ موجود نہیں۔ اس وجہ سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ انھوں نے اپنی ترتیب کے لیے مصحفی کے دیوانِ ششم کے 7 کون کون سے قلمی نسخے یا قلمی نسخہ سامنے رکھا۔ نورالحسن نقوی نے البتّہ اپنی ترتیب پر مختصر مقدّمہ تحریر کیا ہے۔ اس میں انھوں نے مصحفی کے دیوانِ ششم کے جن موجود قلمی نسخوں کا ذکر کیا ہے، وہ درجِ ذیل ہیں:(۵)

۱۔	خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ	دو نسخے
۲۔	رضا لائبریری، رام پور	ایک نسخہ
۳۔	کتب خانۂ ادارۂ اَدبیاتِ اُردو، حیدرآباد دکن	ایک نسخہ
۴۔	ٹیگور لائبریری، لکھنؤ یونیورسٹی، لکھنؤ	ایک نسخہ
۵۔	بنارس ہندو یونیورسٹی لائبریری، وارانسی	ایک نسخہ
۶۔	کتب خانۂ راجا صاحب محمود آباد، لکھنؤ	ایک نسخہ

گویا نورالحسن نقوی کے مطابق دیوانِ ششم مصحفی کے سات قلمی نسخے موجود تھے۔ ان میں سے ٹیگور لائبریری لکھنؤ، وارانسی اور حیدرآباد دکن کے نسخوں کی مدد سے انھوں نے اپنی ترتیب کا متن تیار کیا، جب کہ کتب خانۂ راجا صاحب محمود آباد کے قلمی نسخے پر اکبر حیدری کاشمیری کے تحقیقی مقالے سے استفادہ کیا۔(۶)

عابد رضا بیدارؔ نے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ میں دیوانِ ششم مصحفی کے تین قلمی نسخوں کی نشان دہی کی ہے اور اُن کے متعلق درجِ ذیل تفصیلات فراہم کی ہیں:(۷)

نُسخۂ اوّل: ۲۲۰ اوراق، دیباچہ مفقود، چھے ہزار کے قریب ابیاتِ غزل، ۱۴ رباعیاں، ۴ قطعے، ایک مخمس۔

نُسخۂ دوم: ۲۱۱ اوراق، ۱۶۰۰ کے قریب ابیاتِ غزل، رباعیاں، ۸ قطعے، ایک مخمس، ایک مرثیہ۔

نُسخۂ سوم: ۹۸ اوراق، تقریباً ۱۵۰۰ ابیاتِ غزل، ۲ قطعے، ایک مخمس، ۲ قطعاتِ تاریخ، ایک مثنوی۔

نورالحسن نقوی نے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ میں دیوانِ ششم مصحفی کے جن دو نسخوں کی نشان دہی کی ہے، ان کی کوئی تفصیل انھوں نے مہیّا نہیں کی۔ اس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انھوں نے یہ نسخے خود نہیں دیکھے بل کہ کتب خانے کی فہرستِ مخطوطات یا کسی اَور ذریعے سے ان دو مخطوطات کی موجودگی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے درج کی ہیں۔ اس کے مقابلے میں عابد رضا بیدآر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے ڈائرکٹر تھے، اس لیے اُن کی معلومات براہِ راست ہیں۔ علاوہ ازیں اُنھوں نے اپنے متذکرہ مخطوطات کے مشمولات کی تفصیل بھی مہیّا کی ہے۔ ان اُمور سے واضح ہوتا ہے کہ خدا بخش لائبریری میں دیوانِ ششم مصحفی کے قلمی نسخوں سے متعلّق اُن کی معلومات مصدّقہ اور مستند ہیں۔ اس طرح یہ واضح ہو جاتا ہے کہ خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ میں دیوانِ ششم مصحفی کے دو نہیں، بلکہ تین قلمی نسخے موجود ہیں۔

کتب خانۂ راجا صاحب محمود آباد میں مصحفی کے دیوانِ ششم کا جو نسخہ محفوظ ہے، اُس کے بارے میں اکبر حیدری کاشمیری نے اپنے ایک مقالے میں خاصی معلومات فراہم کر دی ہیں۔(۸) اُن کے مطابق یہ نسخہ ۲۲۶ اوراق پر مشتمل ہے اور ۱۲۳۱ھ (مطابق ۱۶-۱۸۱۵ء) کا مکتوبہ ہے۔ اس نُسخے میں دیوانِ ششم کی غزلیات کے علاوہ مخمس، قطعات اور آخر میں مرثیہ شامل ہے۔ نُسخے کے آخر میں تصانیفِ مصحفی کی فہرست بھی درج ہے۔ نورالحسن نقوی نے بھی اکبر حیدری کاشمیری کے اس مقالے سے استفادہ کیا ہے۔ اکبر حیدری کاشمیری نے اپنے مقالے کے شروع میں اس قلمی نسخے کے آخری صفحے کا عکس بھی شامل کیا ہے۔ اسے دیکھنے سے پتا چلتا ہے کہ یہ نسخہ خوش خط اور جلی نستعلیق میں کتابت ہوا ہے۔

(۳)

ذیل میں دیوانِ مصحفی ششم کے ایک ایسے قلمی نسخے کا تعارف اور تفصیل پیش کی جا رہی ہے جس کے بارے میں معلومات عام نہیں۔ سطورِ بالا میں دیوانِ مصحفی ششم کے جن قلمی نسخوں کا ذکر ہوا ہے، اُس

فہرست میں اس نسخے کا ذکر موجود نہیں، حالاں کہ ڈاکٹر نورالحسن نقوی نے کُلّیات مصحفی کی ترتیب میں کتب خانۂ جامعہ پنجاب کے قلمی نُسخوں سے استفادہ کیا ہے لیکن اُنھوں نے بھی اس نُسخے سے نہ تو استفادہ کیا اور نہ ہی اس کا ذکر کیا۔ اَوروں کو تو چھوڑیے، نورالحسن نقوی کا اس نُسخے سے چشم پوشی کرنا حیرت انگیز ہے۔

یہ قلمی نسخہ کتب خانۂ جامعہ پنجاب (پنجاب یونیورسٹی لائبریری)، لاہور کے ذخیرۂ شیرانی میں محفوظ ہے۔ اس قلمی نسخے کا اندراج نمبر ۳۳۶۸ اور ذخیرۂ شیرانی کا نمبر ۳۶۴ ہے۔ ذخیرۂ شیرانی کے اُردو مخطوطات کے فہرست ساز نے اس نسخے کو ناقص الآخر اور اس کے اوراق کی تعداد محض ۲۶ لکھی ہے۔(۹) اصل یہ ہے کہ مخطوطہ ناقص الآخر ضرور ہے لیکن اس کے اوراق کی تعداد ۲۶ کے بجائے ۱۲۶ ہے۔ لگتا ہے کہ کتابت کی غلطی سے ۱۲۶ میں ایک کا ہندسہ کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔

اس قلمی نسخے کی تقطیع ۱۵٫۵X۲۴ س م ہے، جب کہ متن کا ناپ ۱۰٫۵X۱۸٫۵ س م ہے۔ اس کے ایک صفحے میں ۱۳ سطور کتابت ہوئی ہیں۔ اشعار عام طور پر آمنے سامنے درج ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک سطر میں ایک شعر آ گیا ہے۔ اوراق پر خفی قلم سے ورق نمبر لگائے گئے ہیں جو بظاہر متن کے قلم سے مشابہ دکھائی دیتے ہیں۔

پیشِ نظر مخطوطے کا کاتب خوش خط اور صاحبِ ذوق ہے۔ مخطوطہ خوش خط نستعلیق مائل بہ شکستہ میں کتابت ہوا ہے۔ متن کا قلم آغاز سے انجام تک یکساں ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ کاتب خوش ذوق اور پیشہ ور ہے۔ اُس کی کتابت میں چند خصوصیات پائی جاتی ہیں۔ مثال کے طور پر وہ 'ہا' کی لٹکن عام طور پر ڈالتا ہے، الف ممدودہ کی مدّ اُس نے کہیں کتابت نہیں کی۔ مصحفی کا تخلص سُرخ روشنائی سے کتابت کیا ہے۔ شین کے تین نقطے وہ اکثر نہیں لگاتا، 'یا' کے دو نقطے بھی وہ کبھی لگاتا ہے، کبھی نہیں لگاتا ممکن یاے آخر میں دو زائد نقطے ضرور لگاتا ہے۔ یاے مجہول کی جگہ بھی یائے معروف ہی کتابت کرتا ہے۔ ہائے مخطوط کی جگہ بھی وہ ہائے مختفی ہی کتابت کرتا ہے۔ 'گ' کا مرکز بھی وہ نہیں لگاتا اور نون غنہ میں اعلانِ نون کا نقطہ بھی لگاتا ہے۔

مخطوطے کا پہلا ورق زائد ہے۔ دیوان کا متن اگلے ورق، یعنی ورق ۲ سے شروع ہوتا ہے۔ آخری ورق ۱۲۶ کے صفحۂ دوم کے آخر میں ترک موجود ہے جو اس امر کی نشان دہی کرتا ہے کہ اس کے بعد بھی متن موجود ہے۔ اسی پہلے زائد ورق کے صفحۂ اوّل پر کسی نے درجِ ذیل تاثرات یا عرض دیدہ لکھا ہے جو تقریباً خطِ شکستہ میں ہے:

"یاے مجہول و معروف عدم امتیاز
ہاے دوچشمی کا فقدان
ٹ وغیرہ کا نشان مہمل" [کذا]

اس عبارت کا قلم فطری طور پر متن کے قلم سے الگ ہے، کیوں کہ کاتبِ متن تو یہ عرض دیدہ لکھنے سے رہا۔ اسی صفحے پر کچی پنسل سے بیضوی دائرہ بنا کر اس کے اندر 364 لکھا نظر آتا ہے۔ یہ ذخیرۂ شیرانی میں اس مخطوطے کا شمار نمبر ہے اور غالباً فہرست ساز نے یہ شمارہ نمبر لکھا ہے۔ اس ورق کا صفحۂ دوم سادہ ہے۔

دیوان کے متن کا آغاز دوسرے ورق سے ہوتا ہے۔ اس وقت کے صفحۂ اوّل پر سب سے اوپر ترچھا کر کے نیچے سے اوپر S.M. Abdullah کے انگریزی میں دست خط ثبت ہیں۔ اس کے نیچے 20/1/48 بھی درج ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مخطوطہ سید عبداللہ نے ۲۰ جنوری ۱۹۴۸ء کو ملاحظہ کیا تھا۔ امکانی طور پر مخطوطے پر مخطوطہ نمبر اور ذخیرۂ شیرانی کا نمبر شمار بھی انھی کا لگایا ہوا ہے، کیوں کہ سب کا قلم یک ساں محسوس ہوتا ہے۔ دست خط کے نیچے ۳۳۶۸ لکھا ہے جو کتب خانۂ جامعہ پنجاب، لاہور میں اس مخطوطے کا شمار نمبر ہے۔ یہ تمام اندراجات بعد کے ہیں اور اس مخطوطے کے ریکارڈ کے لیے سید عبداللہ یا کتب خانے کے عملے نے لکھے ہیں۔

ان اندراجات کے بعد ورق ۲ الف کے اسی صفحے کے درمیان میں 'یا فتاح' کتابت ہوا ہے جو متن کے آغاز کا نشان ہے۔ اس سے نیچے نئی سطر میں 'یا فتاح' اور آغازِ متن کے درمیان کی خالی جگہ پر قدرے جلی حروف میں 'مالک صاحبزادہ احمد سعید خاں صاحب عاشق' تحریر ہے۔ اس کا قلم متن کے قلم سے مختلف ہے۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ یہ قلمی نسخہ کسی وقت صاحب زادہ احمد سعید خاں عاشق کے پاس رہا ہے، یا شاید تیار ہی اُن کے لیے کیا گیا ہو۔ اس سے نیچے فاؤنٹین پین سے نیلی روشنائی میں 'نمبر ۵۵' تحریر ہے۔ اس سے نیچے پھر سرخ روشنائی سے ایک بیضوی دائرے کے اندر مخطوطے کا نمبر شمار 364 درج ہے۔

متنِ دیوان کا آغاز پہلی سطر میں 'بسم اللہ الرحمن الرحیم' سے ہوتا ہے۔ متن کا پہلا شعر یہ ہے: (۱۰)

تھا جوش طبیعت میں نہ دیوانشئم کا
خود دوص جُدا ہو گیا خشتسِر خُم کا

مخطوطے کے ورق ۱۲۶ پر مخطوطے کا اختتام ہوتا ہے۔ اس ورق پر آخری شعر یہ درج ہے: (۱۱)

اسیروں کو نہیں از بسکہ سیرِ باغ کی رخصت
قفس صیاد نے رکھیں ہیں دیوارِ گلستاں پر

دونوں مصرعوں کے درمیان کی خالی جگہ پر 'شبِ ہجراں' بطورِ ترک تحریر ہے لیکن اس کے بعد کے اوراق بظاہر موجود نہیں۔

مخطوطے کے موجودہ آخری صفحے کا آخری شعر ردیف 'را' کا ہے اور اس پر ترک بھی موجود ہے، جس کا مطلب ہے کہ اس کے بعد بھی اوراق ہونے چاہئیں جن پر 'را' اور اُس کے بعد کے حروف کی ردیفوں کا کلام

موجود ہو۔ یہ مخطوطے کا ۱۲۶ واں ورق ہے۔ اس حساب سے باقی حروف کی ردیفوں کا کلام کم سے کم دو سو(۲۰۰) ورقوں میں آنا چاہیے، گویا اس طرح اس مخطوطے کی ضخامت تین سو(۳۰۰) ورق سے زیادہ ہونی چاہیے، جب کہ اوپر مصحفی کے دیوانِ ششم کے جس قدر نسخوں کی تفصیلات درج کی گئی ہیں، اُن میں کسی نسخے کی ضخامت ۲۳۶ ورق سے زیادہ نہیں، یعنی موجودہ قلمی نسخے کی قیاسی ضخامت سے کم و بیش سو(۱۰۰) ورق کم۔ ایسی صورت میں تیرہ سطور میں صفحہ کے ساتھ تین سو (۳۰۰) سے زائد اوراق کی ضخامت کسی طرح بھی درست نہیں، کیوں کہ عابد رضا بیدارؔ نے خدابخش اور ینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ کے دو نسخوں میں دیوانِ ششم میں اشعارِ غزلیات کی تعداد ۶ ہزار اور ۶۱۰۰ لکھی ہے،(۱۲) جب کہ تیرہ سطور فی صفحہ کے حساب سے یہ تعداد کتابت کے ۲۳۰ اوراق میں پوری ہو جاتی ہے۔

مزید غور و فکر کرنے اور مخطوطے کا بغور جائزہ لینے پر یہ عقدہ کھلا کہ مخطوطے کے اوراق آگے پیچھے لگ گئے ہیں۔ کئی اوراق کے 'ترک' کا سلسلہ اگلے ورق کے متن سے مطابقت نہیں رکھتا، بل کہ کسی اَور ورق سے اُس کا رابطہ جُڑتا ہے۔ اس حوالے سے کچھ مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(الف) ورق ۱۲۶ا (آخری ورق) پر ردیف 'را' (...پر) کے اشعارِ غزلیات ہیں، جب کہ اسی غزل اور ردیف کے بقیہ اشعار غزلیات ورق ۵۲، اور اس کے بعد کے اوراق پر بھی ہیں۔ ورق ۵۸ب کے آخر میں ترک 'مرغان' درج ہے اور اس صفحے کا آخری شعر یہ ہے:

مغرور دستبُرد ہے کیا ایک دن ترے
باندھے گی ہاتھ گردشِ ایام دوش پر

آگے صفحہ ۵۹، الف پر پہلا شعر ترک کے مطابق اور '...پر' کی ردیف میں نہیں ہے۔ اس ورق کا پہلا شعر یہ ہے:(۱۳)

دو چار شب اس باغ میں مہماں رہی، ہائے !
پھر کوچ سُوئے ملکِ خزاں کر گئی نرگس

جب کہ ورق ۱۲۵ا کا پہلا شعر ورق ۵۸ب کے ترک کے مطابق ہے جو درجِ ذیل ہے:

مُرغانِ باغ اُڑ کے گریں اُس چمن میں کیا
ہر نخلکے، کھنچا ہو جہاں دام دوش پر

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ورق ۱۲۵، اصل میں ورق ۵۹ ہے جو اپنی جگہ کے بجائے دوسری جگہ لگ گیا ہے۔

(ب) ورق ۶ب پر ترک 'لگتا نہیں' ہے اور اس صفحے کا آخری شعر ردیف الف کی غزل کا درجِ ذیل مطلع ہے:

یہ بات سُنکھیں گے سب اہلِ زمانہ کیا
قاصد کے پیچھے بھیجے قاصد روانہ کیا

جب کہ ورق ۷ الف کا آغاز 'لگتا نہیں' سے شروع ہونے والے شعر سے نہیں ہوتا، بلکہ درجِ ذیل شعر کے دوسرے مصرعے سے ہوتا ہے:

(مصحفیؔ! گر میطبیعت کی جہاں جاذ بہوئی)
کَہربا کو پھر ہے کیا مشکل اٹھانا کاہکا

مطبوعہ دیوان سے رجوع کرنے پر معلوم ہوا کہ ورق ۶ ب کا ترک دیوان کی پندرھویں غزل کے دوسرے شعر سے متعلق ہے جو یہ ہے:(۱۴)

لگتا نہیں بجو خار و خسِ آشیاں میں دل
چنگلیے باز کا ہیمرا آشیانہ کیا

جب کہ ورق ۷، الف کا پہلا شعر یا شعر کا دوسرا مصرع پچپنویں غزل (ردیف الف) کے مقطعے کا ہے۔(۱۵) گویا ورق ۶ ب اور ۷ الف کے کلام کے درمیان تقریباً چالیس غزلوں کا کلام موجود نہیں۔ اس اَمر کی نشان دہی مخطوطے میں متعلّقہ کلام کے ساتھ بھی کر دی گئی ہے، چناں چہ ورق ۶ ب کی آخری بیت کے نیچے دائیں جانب حاشیے میں درجِ ذیل عبارت اوپر نیچے تین سطروں میں تحریر ہے:

'اس کے آگے کے کچھ ورق... رہے ہیں۔"

اسی حوالے سے ورق ۷، الف کے شروع میں پہلی سطر کے بعد حاشیے میں ذیل کی عبارت بھی دو سطروں میں درج ہے:

'اس کے بیچ میں سے کچھ ورق کم ہیں۔"

ان عبارتوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ جس نے بھی یہ تحریر لکھی ہے، اُس تک یہ نسخہ پہنچا تو اس میں یہ صفحے موجود نہیں تھے۔ اس تحریر کا قلم، متن سے مختلف ہے۔ یہ تحریر بھی خاصی پرانی لگتی ہے، کم سے کم سو سال یا پھر اس سے بھی زیادہ پرانی۔

(ج) ورق ۳۶ ب کا ترک 'ہو کون' ہے اور آخری شعر ۱۲۲ ویں غزل کا یہ مقطع ہے:(۱۶)

مصحفیؔ! گر تُو سُنے باغمیں جا کر گا ہے
نالۂ بلبلے برگ و نوا ہے مرغوب

ترک کے الفاظ ۱۲۳ ویں غزل کے مطلعے کے شروع کے ہیں جو یہ ہے:

ہو کیوں نہ بُوے گل مرِ یا آہنگِ عندلیب
غنچے سے بھیقفسے مر انگ عندلیب

جب کہ مخطوطے میں ورق ۳۷، الف پر غزل کے صرف دو شعر ہیں جن میں ایک مقطع ہے۔ پہلا شعر ردیف 'ت' کا درجِ ذیل شعر ہے:

دلکو سینے سے مرے کھینچے لیے جاتا ہے، آہ!
کمنہیں قلّابہ اسے خمِ اَبروے دوست

مطبوعہ دیوان میں یہ ۱۲۷ ویں غزل کے آخری دو شعروں میں سے پہلا شعر ہے۔(۱۷) دونوں اشعار کے درمیان ۵۲-اشعار کا فرق ہے اور ۱۳-اشعار فی صفحہ کے حساب سے مخطوطے میں یہاں چار صفحات یا دو اوراق کے برابر کلام موجود نہیں۔ اب یا تو یہ دو اوراق مخطوطے میں موجود نہیں۔ گویا یہ دو اوراق مخطوطے سے ضائع ہو گئے ہیں۔

(د) ورق ۳۷ب پر آخری شعر ۱۲۹ویں غزل کا چوتھا شعر ہے جو یہ ہے:

کھلتا ہے کس پہ خاکِ وخمے کا ماجرا
مدفوں ہیں اسمیں قیصر و فغفور سے، بہت

اس صفحے پر ترک 'راضی' ہے جس سے مذکورہ بالا شعر کے بعد کا شعر شروع ہوتا ہے۔(۱۸) جب کہ ورق ۳۸، الف کا آغاز اس شعر سے نہیں ہوتا، بلکہ ۱۴۳ویں غزل کے مقطعے سے ہوتا ہے جو درجِ ذیل ہے:(۱۹)

بسا بجمنو شرہ، اے مصحفی! کھلگتیہے
فغاں سے تیری دلِ طائرِ انباغ کو چوٹ

(ہ) ورق ۴۰ب کا آخری شعر غزل ۱۴۳ کا درجِ ذیل دوسرا شعر ہے:(۲۰)

وحدت میں شکنہ لا، تجھے کثرتکی شان پر
رکھتے ہیں گو کہ محو تماشا حباب و موج

اس صفحے پر ترک 'ہستی' ہے جو درجِ بالا شعر سے اگلے شعر کا پہلا لفظ ہے لیکن ورق ۴۱، الف کے شروع میں غزل ۱۵۱ کے مقطعے کا دوسرا مصرع درج ہے جو یہ ہے:(۲۱)

(منتکشِمغاں نہ ہوز نہار مصحفی!)
آنکھوں کو اپنی کر تُو بیک قرط بنگ سُرخ

(و) ورق ۱۲۴ب کا آخری شعر غزل ۳۷۰ کا چودھواں اور مقطعے سے قبل کا درجِ ذیل شعر ہے:(۲۲)

سنگ پر پٹکے ہے اس کو جبو ہنگامِ عتاب

ٹوٹنے میں مارتا ہے اپنے خنجر آئنہ

اس صفحے پر ترک 'کس کو' درج ہے جو درجِ بالا شعر سے آئندہ شعر کے ابتدائی الفاظ ہیں لیکن ورق ۱۲۵، الف اس کے بجائے غزل ۱۹۸ کے بارھویں شعر سے شروع ہوتا ہے جو درجِ ذیل ہے: (۲۳)

مُرغانِ باغاڑ کے گریں اسچمن میں کیا

ہر نخلکے کھنچا ہو جہاں دام دوش پر

اوپر اندراج (الف) میں واضح کیا گیا ہے کہ ورق ۱۲۵ پر کلام کا تسلسل ورق ۵۸ سے جُڑتا ہے، لہٰذا اسے ورق ۵۹ ہونا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ورق غلط جگہ پر لگ گیا ہے۔

مندرجہ بالا مثالوں اور مخطوطے کا بغور جائزہ لینے پر یہ راز کھلا کہ ورق ۱۲۵، اور ۱۲۶ غلط جگہ پر لگ گئے ہیں۔ ان کے علاوہ باقی تمام مقامات پر اوراق کم ہیں اور اُن کا متن ضائع ہو چکا ہے۔ یہی نہیں، موجودہ صورت میں ورق ۱۲۴ مخطوطے کا آخری ورق بنتا ہے، کیوں کہ ورق ۱۲۵ اور ۱۲۶ کا کلام تسلسل کے اعتبار سے ورق ۵۸ کے بعد آنا چاہیے اور ورق ۱۲۴ پر ردیف 'ہ' کی غزل ۳۷۰ کے ۱۴-اشعار ہیں۔

مطبوعہ دیوان میں ۵۶۳ غزلیات، ایک مخمس، ۸ قطعات، ۷ رباعیاں، اور ایک مرثیہ شامل ہے۔ گویا اس مخطوطے کے ضائع شدہ حصے میں تقریباً دو سو غزلیات اور بقیہ کلام موجود ہوگا۔ یوں ایک طرح سے مخطوطے کا تقریباً ۴۰ فی صد حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ مشمولہ کلام کا مطبوعہ دیوان سے موازنہ کرنے پر معلوم ہوا کہ مخطوطے کا کلام مطبوعہ دیوان کے مطابق ہے، اس لیے یہ امکان بھی خارج ہو جاتا ہے کہ یہ مخطوطہ دیوانِ ششم کا کوئی اولین مسودہ یا اس کی نقل رہا ہوگا جس کی وجہ سے اس میں کلام نسبتاً کم ہے۔ ان تفصیلات سے پتا چلتا ہے کہ زیرِ نظر مخطوطہ ناقص الاوسط بھی ہے اور ناقص الآخر بھی۔

اس کے ساتھ مخطوطے میں مختلف اشعار پر تصحیحات بھی ملتی ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں سے کچھ ذیل میں درج کی جاتی ہیں:

(۱) ورق ۲، الف پر تیسری غزل کا تیسرا شعر درجِ ذیل ہے:

اللہ رے! رُعبِ حسن کہ اُس بت کے، وقتِ غسل

ہو مدّعا گرہ لب ساحل میں رہگیا

مصرعِ اوّل میں 'وقت' پر مصرع ختم ہو گیا ہے اور اس پر صاد کا نشان بنا کر آگے حاشیے میں 'غسل' کتابت کیا گیا ہے۔

(۲) ورق ۳، الف پر پانچویں غزل کا گیارھواں شعر ہے۔ یہ آخری سے پہلا شعر ہے لیکن مقطع ہے:

مصحفیپیر ہو گئے، پہ مجھے

یاد مطلعیہبر محلآیا

مخطوطے میں اس غزل کا مطلع درج نہیں تھا، اس لیے اس شعر کے آگے حاشیے میں مطلع درج ہے:

کاسۂ سر مر انکلآیا

بُندِ نداں میں بھی خلل آیا

(۳) اسی صفحے پر چھٹی غزل کا ساتواں شعر درجِ ذیل ہے:

ملاہے عاشقیمیں رتبۂ پیغمبری مجھکو

میں اس سے کیوں دبوں مجنوں نہیں کچھ ابنِا عمیرا

اس شعر میں بھی 'ابن' تک مصرع کتابت کیا گیا ہے اور اس پر صاد کا نشان بنا کر آگے حاشیے میں 'اعم میرا' درج کیا گیا ہے۔

(۴) ورق ۴ب کا نواں شعر دیوان کی دسویں غزل کا تیسرا شعر ہے جو یہ ہے:

آیا ہے قیسنجد سےتواپنے گھر میں آج

گھی کے چراغ لیلیٰمحملنشیں، جلا!

اس شعر کے پہلے مصرعے کے شروع کا حصہ کاتب نے 'آیا نجد سے' کتابت کیا، پھر 'آیا' پر صاد کا نشان بنا کر مصرعے کے دائیں طرف حاشیے پر 'ہے قیس' کتابت کیا ہے۔

(۵) ورق ۱۰۸، الف کا گیارھواں شعر غزل ۳۲۷ کا مقطع اور بارھواں شعر ہے:

مصحفی! عاشقاٹھاوے جان کے جو کھوں اگر

تو بھی بے مہرہیسے دورِ آسماں رہتا نہیں

یہاں بھی مصرعے کا آغاز 'عاشق' سے ہو رہا ہے اور اس پر صاد کا نشان بنا کر شعر کے آخر میں حاشیے میں 'مصحفیٰ' درج کیا گیا ہے۔

(۶) ورق ۱۵، الف کا چھٹا شعر غزل ۷۰ کا بارھواں شعر ہے:

کوئیپانکھاکے جو ہے غضبمجھے قتلکر گیا کلکیشب

تو کلیجہآنکھوں کیراہسمرے جیب وسینہپہ چھنرہا

یہاں بھی پہلا مصرع کاتب نے 'کل کی' پر ختم کر دیا اور پھر اس پر صاد کا نشان بنا کر آگے حاشیے میں 'شب' کتابت کیا۔

حاشیے کی ان عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ کاتب کی اپنی غلطی سے جو الفاظ کتابت ہونے سے رہ گئے تھے، کاتب نے انھیں صاد کا نشان بنا کر حاشیوں میں درج کر دیا ہے۔

ورق ۱۵ الف کے نویں شعر پر 'محن رہا'، 'دہن رہا' والی غزل ختم ہوتی ہے اور اگلی غزل شروع ہوتی ہے لیکن کاتب نے اس کے دو شعر لکھ کر کتابت روک دی اور بقیہ صفحہ خالی چھوڑ دیا۔ اس کے بعد ورق ۱۵ ب سے متن دوبارہ یوں کتابت کیا ہے کہ جیسے مخطوطے کا آغاز اسی صفحے سے ہوتا ہے۔ اس صفحے کا چالیس فی صد حصہ خالی ہے جس کے بعد نئی غزل شروع ہوتی ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ ورق ۱۵ الف و ب کے یہ حصے نامکمل غزل کو مکمل کرنے اور دیگر کلام درج کرنے کے لیے کاتب نے خالی چھوڑ دیے تھے لیکن شاید اُسے اس کا موقع نہیں مل سکا۔

مندرجۂ بالا خصوصیات اور تفصیلات کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسخہ بھی کلامِ مصحفیؔ کے دیگر قلمی نسخوں کی طرح ہے۔ مصحفیؔ نے اپنے کلام پر کبھی نظرِ ثانی نہیں کی، نہ ارتقائی مسودے ترتیب دیے، اس لیے ان قلمی نسخوں کے کلام میں بہت زیادہ اختلافات نہیں۔ ان میں اختلافات کا تعلق کاتبوں سے ہے۔ پیشِ نظر مخطوطہ بھی اسی قبیل کا ہے۔ یہ نسخہ اگرچہ ناقص ہے لیکن اس کی کتابت کے قدیم انداز اور خصوصیات سے پتا چلتا ہے کہ یہ مصحفیؔ کا معاصر نسخہ ہو سکتا ہے۔ اگر معاصر نہیں تو اُن کی وفات کے بعد کے قریبی زمانے کا ضرور ہے۔ موجودہ صورت میں مخطوطے میں ترقیمہ یا کسی قسم کی ایسی عبارت موجود نہیں جس سے اس کی کتابت کا زمانہ متعین کیا جا سکے۔ بہر حال یہ مصنف کا معاصر یا معاً بعد کا مکتوبہ معلوم ہوتا ہے۔

اس نسخے کا ذکر کسی نے نہیں کیا۔ نثار احمد فاروقی اور نور الحسن نقوی نے اپنے اپنے کُلّیات مصحفیؔ کی ترتیب میں کتب خانہ جامعۂ پنجاب، لاہور میں موجود کلامِ مصحفیؔ کے دیگر مخطوطات سے تو استفادہ کیا ہے لیکن یہ نسخہ اُن کی نظروں سے اوجھل رہا۔ امید ہے کہ کلامِ مصحفیؔ کی تدوینِ جدید میں آئندہ اس نسخے سے استفادہ کیا جا سکے گا۔ میں نے یہ مقالہ اسی نقطۂ نظر کے تحت تحریر کیا ہے۔

حوالہ جات و حواشی

1۔ عابد رضا بیدارؔ: کچھ مصحفؔی کے بارے میں، مشمولہ: دیوانِ مصحفی، مرتبہ ومنتخبہ اسیرؔ لکھنوی و امیرؔ مینائی، (پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۰ء)، صفحات پچاس تا چھپّن۔

2۔ مصحفؔی، شیخ غلام ہمدانی: کُلّیاتِ مصحفی، مرتبہ ڈاکٹر نورالحسن نقوی، (لاہور، مجلسِ ترقی ادب)

جلد اول: دیوانِ اول، جون ۱۹۶۸ء — جلد دوم: دیوانِ دوم، جنوری ۱۹۶۹ء

جلد سوم: دیوانِ سوم، اپریل ۱۹۷۱ء — جلد چہارم: دیوانِ چہارم، فروری ۱۹۷۴ء

جلد پنجم: دیوانِ پنجم، جون ۱۹۸۳ء — جلد ششم: دیوانِ ششم، مئی ۱۹۹۴ء

جلد ہفتم: دیوانِ ہفتم، جون ۱۹۹۵ء — جلد ہشتم: دیوانِ ہشتم، جون ۱۹۹۶ء

جلد نہم: دیوانِ قصائد، جون ۱۹۹۹ء

3۔ مصحفؔی، شیخ غلام ہمدانی: کُلّیاتِ مصحفی، مرتبہ نثار احمد فاروقی (جلد اوّل تا چہارم)؛ نورالحسن نقوی (جلد پنجم تا نہم)، (نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ اُردو زبان)

جلد اول: دیوانِ اول، جنوری-جون ۲۰۰۳ء — جلد دوم: دیوانِ دوم، جنوری–مارچ ۲۰۰۴ء

جلد سوم: دیوانِ سوم، جولائی- ستمبر ۲۰۰۴ء — جلد چہارم: دیوانِ چہارم، ۲۰۰۵ء

جلد پنجم: دیوانِ پنجم، مارچ ۲۰۰۶ء — جلد ششم: دیوانِ ششم، ۲۰۰۶ء

جلد ہفتم: دیوانِ ہفتم، ۲۰۰۶ — جلد ہشتم: دیوانِ ہشتم، فروری ۲۰۰۷ء

جلد نہم: دیوانِ قصائد، ۲۰۱۳ء

4۔ مصحفؔی، شیخ غلام ہمدانی: کُلّیاتِ مصحفی، جلد ششم، ترتیب و مقدمہ: نورالحسن نقوی، (لاہور: مجلس ترقی ادب، طبع دوم [کذا] اوّل، مئی ۱۹۹۴ء)، 'مقدمہ'، صفحہ ۲۳۔

5۔ ایضاً، صفحات ۲۳، ۲۴۔

6۔ ایضا، صفحہ ۲۴۔

7۔ مصحفؔی، شیخ غلام ہمدانی: دیوانِ مصحفی، دیوانِ ہشتم، [قلمی نسخے کی عکسی اشاعت] (پٹنہ، خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، ۱۹۹۵ء)، صفحات سات، آٹھ۔

8۔ اکبر حیدری کاشمیری: دیوان مصحفؔی کے چند مخطوطات (مقالہ) مشمولہ: تحقیقی نوادر، (لکھنؤ، اُردو پبلشرز، نیا ایڈیشن، ستمبر ۱۹۷۴ء)، صفحات ۱۶۰ تا ۲۰۰۔

9۔ جمیل احمد رضوی، سیّد (مولّف): ذخیرۂ شیرانی میں اُردو مخطوطات (اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، اشاعتِ اوّل، ۱۹۸۶ء)، صفحہ ۱۲۔

10۔ مصحفؔی، شیخ غلام ہمدانی: کُلّیاتِ مصحفی، جلد ششم، مرتبہ نورالحسن نقوی میں 'طبعیت میں یہ دیوانِ ششم کا' درج ہے اور اس پر مرتب کے حاشیے میں وضاحت کی گئی ہے کہ دیوانِ ششم' کے تمام نسخوں میں 'یہ' کی جگہ 'نہ'

ہے۔ مطلب اس سے بھی نکلتا ہے لیکن یہاں 'یہ' (بمعنی اتنا زیادہ) موزوں تر ہے۔[کُلّیاتِ مصحؔفی، جلد ششم، ترتیب و مقدمہ: نور الحسن نقوی، متن کا صفحہ ۳۱، نیز حواشی دیوان، صفحہ ۳۵۷ میں حاشیہ ۲۔]

اس حوالے سے دو گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ اول یہ کہ تمام نسخوں میں 'نہ' کا ہونا اسے ہی مرجح اور منشاے مصنف ثابت کرتا ہے۔ اس صورت میں اصولِ تدوین کے مطابق 'نہ' کو ہی متن میں درج ہونا چاہیے تھا۔ مرتب کے نزدیک 'یہ' موزوں ہو سکتا تھا لیکن اسے منشاے مصنف کا درجہ حاصل نہیں، اس لیے اسے متن میں نہیں بلکہ حاشیے میں درج کر کے موزونیت کی وجہ بتانی چاہیے تھی۔ موجودہ صورت میں کہا جائے گا کہ مرتب نے 'نہ' کی جگہ 'یہ' درج کر کے متن میں تحریف کر دی ہے۔

دوسرے، شعر کا مصرعِ دوم دیکھنے سے صاف پتا چلتا ہے کہ شاعر نے پہلے مصرعے میں 'نہ' استعمال کیا ہے، 'یہ' نہیں۔ شاعر کہہ رہا ہے کہ میری طبیعت ایسی ماندہ ہوئی جیسے شراب کے مٹکے یا مٹکی کے سرے پر رکھا مٹی کا ڈھکن اس سے جدا کر دیا جائے، چناں چہ طبیعت کی اس ماندگی اور طبعِ سخن سے دوری کی وجہ سے میری طبیعت میں چھٹے یا نئے دیوان کا آغاز کرنے کا وہ جوش نہیں تھا جو اس سے قبل پانچویں دیوان کے آغاز کرنے پر تھا۔ 'وصل' اور 'جدا' میں صنعتِ تضاد کے ساتھ ساتھ 'نہ' اور 'جدا' میں معنوی مناسبت بھی ملحوظ رہنی چاہیے، پھر تشبیہ اور استعارے کا عمل بھی تب تک پورا نہیں ہوتا جب تک پہلے مصرعے میں 'نہ' نہ ہو۔ 'یہ' سے وہ تلازمے پیدا نہیں ہوتے جو 'نہ' سے اس شعر میں پیدا ہوتے ہیں۔

ان اُمور سے بھی واضح ہے کہ مصنف کا منشا 'نہ' ہے، 'یہ' نہیں۔

11۔ قلمی نسخے کے پہلے مصرعے میں 'رخصت' کتابت ہونے سے رہ گیا ہے۔ مطبوعہ دیوان میں دوسرے مصرعے میں 'رکھے ہیں' ہے۔[کُلّیاتِ مصحؔفی، جلد ششم، ترتیب و مقدمہ: نور الحسن نقوی، متن، صفحہ ۱۴۶]۔ ممکن ہے مخطوطے میں 'رکھیں' کتابت کی غلطی ہو یا کاتب کی اختراع ہو۔ ویسے اُنّیسویں صدی کے شروع میں اور آج بھی دکّن میں اس املا اور تلفّظ کے نمونے مل جاتے ہیں۔

12۔ عابد رضا بیدار: کچھ مصحؔفی کے بارے میں، مشمولہ: دیوانِ مصحفی، مرتبہ و منتخبہ/ اسیر لکھنوی و امیر مینائی، صفحہ ۷۔

13۔ مطبوعہ میں پہلے مصرعے میں 'اس باغ کی مہماں' ہے اور اس پر کوئی حاشیہ بھی نہیں ہے۔[کُلّیاتِ مصحؔفی، جلد ششم، صفحہ ۱۵۱]۔

14۔ ایضاً، صفحہ ۳۸۔
15۔ ایضاً، صفحہ ۶۲۔
16۔ ایضاً، صفحہ ۱۰۲۔
17۔ ایضاً، صفحہ ۱۰۵۔
18۔ ایضاً، صفحہ ۱۰۵۔
19۔ ایضاً، صفحہ ۱۰۹۔
20۔ ایضاً، صفحہ ۱۱۳۔
21 ایضاً، صفحہ ۱۲۱۔
22۔ ایضاً، صفحہ ۲۴۰۔
23۔ ایضاً، صفحہ ۱۴۴۔